ڈاکٹر مختار الدّین احمد :

ایک غیر مطبوعہ تذکرۂ تلامذۂ شاد عظیم آبادی

انجمن ترقّی اردو صوبۂ بہار کی طرف سے قاضی عبدالودود معتمد انجمن کے زیر اہتمام مخطوطات و نوادر کی دو نمایشیں ۱۹۴۲ء اور ۱۹۴۹ء میں منعقد ہوئی تھیں جن کے انتظام میں قاضی محمّد سعید، پروفیسر سیّد حسن عسکری اور چند دوسرے اصحاب کے ساتھ راقم الحروف بھی شریک تھا۔ ان نمایشوں میں مخطوطات کے ساتھ نادر مطبوعات بھی ہم لوگوں نے دور دور سے لا کر جمع کیے تھے۔ افسوس ہے کہ ان نمایشوں کی فہرستیں شائع نہ ہوسکیں، مجھے یقین ہے کہ اب بہت سی کتابیں اور تحریریں ضائع ہو چکی ہوں گی۔ اس لیے عدم انطباع فہرست اور بھی زیادہ افسوس ناک ہے۔

ان دو نمایشوں سے پہلے ایک اہم نمایش پٹنہ کالج کی جُبلی کے موقع پر منعقد ہوئی تھی۔ پروفیسر سیّد حسن عسکری (استاذ شعبۂ تاریخ پٹنہ یونیورسٹی)، ان کے شعبے کے اساتذہ و طلباء اور یونیورسٹی اور شہر پٹنہ کے متعدّد اصحاب کی توجہ سے بہت اہم تاریخی و علمی و ادبی نوادر و تحریرات و فرامین جمع ہوگئے تھے۔ عسکری صاحب نے اسی زمانے میں انگریزی میں فہرست نمایش "پٹنہ کالج میگزین" میں شائع کر دی تھی جو اب کبریتِ احمر کا درجہ رکھتی ہے۔ خوب یاد ہے کہ اس تذکرۂ عیار الشّعرا مرتبہ خوب چند ذکا کی پہلی روایت کا ایک نسخہ بھی تھا جو پٹنہ سٹی کے ایک صاحب ذوق ہندو رئیس کے کتاب خانے سے آیا تھا۔ اب نہ اس نسخے کا پتا چلتا ہے نہ اس تذکرے کی اوّلین روایت کا کوئی اور نسخہ وہاں دستیاب ہے۔

چوتھی اور غالباً آخری نمایش قاضی عبدالودود صاحب کے زیر اہتمام، ادارۂ تحقیقات پٹنہ کی طرف سے نومبر ۱۹۵۹ء میں منعقد ہوئی۔ یہ ۲۷ نومبر ۱۹۵۹ء سے شروع ہو کر ۵ دسمبر تک رہی۔ اس میں ۹۹ اصحاب اور اداروں کے یہاں سے کتابیں، تحریرات، خطوط، فرامین، قدیم اخبارات و رسائل لا کر جمع کیے گئے تھے اور انجمن اسلامیہ ہال پٹنہ میں قرینے سے سجا دیے گئے تھے۔ نمایش کا افتتاح ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم نے فرمایا تھا جو اس وقت صوبۂ بہار کے گورنر تھے، اور اس کا افتتاحی جلسہ سری کرشن سنہا وزیرِ اعلیٰ بہار کی صدارت میں منعقد ہوا تھا۔ مخطوطات کی فہرست قاضی عبدالودود، پروفیسر سیّد حسن عسکری اور قاضی محمّد سعید نے مرتب کی تھی اور آخر الذکر نے اسے ادارۂ تحقیقات اردو پٹنہ کی طرف سے ۱۹۵۹ء ہی میں شایع کر دی

تھی۔ دوسری جلد جس میں مطبوعات اور اخبارات و رسائل کا ذکر ہوتا۱۹۶۲ء میں شائع کرنے کی خوش خبری سنائی گئی تھی، لیکن وہ شائع نہ ہوسکی۔ راقم نے اس کا مسوّدہ منتشر حالت میں قاضی محمدّ سعید کے پاس دیکھا تھا۔

مخطوطات میں ایک غیر مرتّب تذکرۂ تلامذۂ شاد عظیم آبادی کے حالات و اشعار پر مشتمل تھا۔ یہ معلوم نہ ہوسکا کہ اس کے مرتّب کون تھے، ظاہر ہے تلامذۂ شاد ہی میں کوئی صاحب ہوں گے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سارے تلامذۂ شاد کے حالات و اشعار جمع نہ ہوسکے اور تذکرہ غیر مکمّل رہ گیا۔

اس میں حسب ذیل شعرا کے تراجم و اشعار ملتے ہیں

۱۔ سیّد وزیر جان مشفق

۲۔ سیّد مصطفےٰ نوّاب محزوں

۳۔ سیّد مجتبےٰ نوّاب مجنوں

سیّد مرتضیٰ نواب مفتوں سیّد وزیر نواب خواہرزادہ نواب سیّد ولایت علی خاں کے بیٹے تھے اور شاد کے بھانجے تھے۔ بقول شاد انہیں شاعری کا خصوصاً مرثیہ گوئی کا بے حد شوق تھا استعداد بہت محدود تھی۔ سیّد معین الدّین قیس رضوی کی کتاب "گلشن حیات" میں ان کا ذکر ہے۔ ان کی دوسری کتاب "سوانح شاد عظیم آبادی" (سسرام ۱۹۲۵ء کتاب خانۂ خدا بخش ۱۹۹۵ء) میں قیس لکھتے ہیں

"مفتوں، سیّد مرتضی نوّاب نام، سکونت عظیم آباد، خلف سیّد وزیر نوّاب مرحوم۔ زبان نہایت فصیح پائی تھی خیالات بھی نہایت پاکیزہ تھے۔ مرثیہ بھی خوب لکھتے تھے۔ نوجوانی میں انتقال کیا۔" (ص ۸)

۴۔ سیّد محمدّ خلیل، خلیل مرزا پوری "سوانح شاد" میں ہے

"باوجود نا مساعدت زمانہ ام اے تک تعلیم حاصل کی۔ عربی فارسی میں بہت بااستعداد اور بڑے با مذاق اور ماہر نقاد سخن ہیں۔ خیالات عمدہ اور دل چسپ ہوتے ہیں"۔

۵۔ شیدا، مع اصلاح شاد۔ سیّد علی حیدر شیدا، شاد کے شاگرد تھے اور ان کے باپ میر فرحت حسین، شاد کے استاد تھے۔ شاد کے بیٹے سیّد نے شیدا کی بہن سے عقد کرلیا تھا۔ اس طرح شاد کے خاندان سے ان کی رشتہ داری تھی، لیکن شاد اس رشتے سے خوش نہ تھے۔ (مکتوبات شاد ص ۲۶۸)

راقم نے اپنے بچپن میں شیدا عظیم آبادی کو مختلف صحبتوں، شعری نشستوں اور مشاعروں میں دیکھا اور انھیں پڑھتے سنا۔ سب سے پہلے ۳۰ء میں اپنے محلہ، شاہ گنج میں محمد علیم الدین بسمل کے یہاں انھیں پڑھتے سنا اور اسی نشست میں سیّد اکرام حسین اکرام عظیم آبادی کو دیکھا جو اس وقت پرویز شاہدی نہیں بنے تھے۔ جہاں تک یاد آتا ہے آخری بار شیدا کو ۱۹۴۰ء میں شاح حامد حسین حامد عظیم آبادی سجّادہ نشیں درگاہ شاہ ارزاں کی منعقد کی ہوئی ایک ادبی مجلس میں دیکھا تھا، حضرت نوح ناروی آئے ہوئے تھے اور انھیں کے اعزاز میں یہ شعری اجتماع ہوا تھا۔ شیدا نابینا (۱) تھے لیکن حافظے کا کمال یہ تھا کہ لمبی لمبی غزلیں سناتے تھے اور حافظ کہیں دھوکا نہیں دیتا تھا۔ مُسوّدہ بھی اسی دماغ میں، شاد کی اصلاح اور مُبیضّہ بھی اسی دماغ میں محفوظ رہتا تھا۔ قیس عظیم آبادی نے ۱۹۲۵ء میں ان کی عمر تقریباً ۴۲ سال بتائی ہے اور لکھا ہے " موزوں طبع میں استعداد کافی، مذاق سلیم اور مشق اچھی ہے۔ کلام میں روانی اور لطف زبان ہے " (ص ۵،) ۔

۶ غزلہائے نصیر مع اصلاحات شاد۔ نام سیّد نصیر حسین تھا۔ قیس نے ان کی پختگی کا ذکر کیا ہے۔ یاد آتا ہے کہ میں نے بچپن میں انھیں شاد ہی کے ایک شاگرد سیّد محمدّ نظیر حسن شائق پانی پتی ثم عظیم آبادی (۲) کے مکان واقع نون گولہ پٹنہ سٹی پر دیکھا تھا جہاں میرا خاصا آنا جانا تھا۔ کس واسطے کہ شائق عظیم آبادی کے بیٹے سیّد محمدّ قاسم عظیم آبادی مدرسۂ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں میرے ہم سبق تھے اور ان سے میرے بہت گہرے تعلقات تھے۔ نصیر عظیم آبادی کو قدیم شہر پٹنہ (سٹی) کے ایک آدھ مشاعرے میں بھی دیکھا تھا اور ان کا کلام سنا تھا۔

۷۔ غزل خلیل الرحمن وفا۔ سیّد شاہ خلیل الرحمن خلف اصغر سیّد شاہ نور الرحمن عرف سیّد شاہ لال صاحب انور مرحوم رئیس عظیم آباد۔ انھوں نے بی اے تک تعلیم حاصل کی تھی۔ شاد نے انھیں اپنا دلدادہ شاگرد لکھا ہے (مکتوبات شاد ص ۱۹۴) " سوانح شاد عظیم آبادی " میں ان کی عمر چوبیس سال لکھی ہے۔ اس کتاب کا سال تصنیف ۱۹۲۵ء ہے۔ اس میں انھیں طبّاع، ذہین اور زود گو لکھا ہے (ص ۹،)۔ پروفیسر شاہ عطاء الرّحمن نے سال ولادت ۱۳۱۹ بتایا ہے اور (ستمبر ۶۵ء میں) لکھا ہے کہ آج کل کراچی میں مقیم ہیں۔ (رسالہ سہ ماہی معاصر پٹنہ شمارہ ۲۰ ص ۱۶۳)۔

۸۔ شعر از نہال۔ سیّد صادق حسین نہال عظیم آبادی مراد ہیں۔ سیّد نصیر حسین خیال عظیم آبادی ان کے اخیافی بھائی تھے۔ شاد نے لکھا ہے کہ ان کے چچا زاد بھائی دو تھے۔ سیّد جعفر حسین اور سیّد نو روز حسین۔ شاد کی چھوٹی بہن سیّد نو روز حسین سے بیاہی گئی تھیں، ان کے

بیٹے نصیر حسین خیال تھے اور سیّد جعفر حسین کے دو بیٹے تھے سیّد عابد حسین اور سیّد صادق حسین ۔ (شاد کی کہانی ص ۲۱، معاصر ۲۰-۱۶۱) یہ صادق حسین بعد کو نہال عظیم آبادی ہوئے ۔ قیس ان کے بارے میں لکھتے ہیں ۔

" حضرت شاد کے حقیقی بھانجے ۔ آپ کی استعداد کافی ہے ۔ علم دوست اور شوقین ہیں۔کلام پُر جذبات ، پُر درد اور دل فریب ہوتا ہے ۔ نیچرل نظمیں بھی خوب کہتے ہیں ۔ نثر بھی بہت اچھی لکھتے ہیں " ۔

مدرسۂ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے ایک مشاعرے میں انھیں مدعو کرنے والے سینیر طلباء کے ساتھ راقم بھی تھا۔ قدیم شہر پٹنہ سٹی میں ان کا قیام تھا۔ دبلے پتلے خوب صورت وجیہ آدمی تھے ۔ ہم طلباء سے خوش اخلاقی سے پیش آتے ۔ مصرعِ طرح انھوں نے پسند کیا۔ مصرع پڑھ کر کچھ گنگناتے رہے پھر بولے ۔ دیکھئے طبیعت حاضر ہوئی اور غزل ہوگئی تو شاید آجاؤں ۔ یہ بات انھوں نے ہمارے دل رکھنے کو کہہ دی تھی بعد کو معلوم ہوا کہ وہ اب مشاعروں میں شاذ و نادر ہی شرکت کرتے ہیں ۔ مدرسے کے مشاعرے کا مصرع طرح ابھی حال تک مجھے یاد تھا اس وقت بھول رہا ہوں ۔ کوئی ساٹھ سال پہلے کی بات ہے ۔ نہال عظیم آبادی کی کچھ نثریں اور غزلیں میں نے جمع کی ہیں ۔

۹۔ مرزا واجد حسین یاس عظیم آبادی

یہاں اس تذکرے سے مرزا واجد حسین یاس عظیم آبادی (جو اس وقت تک یگانہ چنگیزی کے نام سے مشہور نہیں ہوئے تھے) کے حالات و اشعار درج کیے جاتے ہیں ۔ یہ ابھی تک کہیں شائع نہیں ہوئے ہیں ۔ راقم کی نظر سے یہ تذکرہ نہیں گذرا ، اس کا متن قاضی عبدالودود صاحب کے خط سے لیا گیا ہے جو انھوں نے یگانہ کے ایک شاگرد اور پرستار لالا دوارکا داس شعلہ (متوفی ۱۹۸۳ء) کو نقل کر کے بھیجا تھا۔ یہ خط مئی ۱۹۵۹ء کا تحریر کردہ ہے اور راقم کے ذخیرۂ مکاتیب میں محفوظ ہے ۔

قاضی صاحب لکھتے ہیں :

" شاد عظیم آبادی کے بعض تلامذہ ان کے شاگردوں کے حالات جمع کرنا چاہتے تھے ۔ اس سلسلے میں جو کچھ جمع ہوا تھا اس کا کچھ حصہ نمایش کے لیے سیّد محمد مہدی صاحب سابق ممبر کونسل بہار کے یہاں سے آیا ہے " ۔

اس میں یاس کے متعلق مرقوم ہے :

• اسم شریف مرزا واجد حسین تخلص یاس مشاہیر و شرفائے محلہ مغل پورہ عظیم آباد سے ہیں ۔ آپ محلہ گولہ گنج لکھنؤ میں کچھ عرصے سے مقیم ہیں ۔ مستند شرفائے عظیم آباد میں ہیں ۔ کلکتہ یونیورسٹی سے انٹرنس کی ڈگری حاصل کی ۔ ابتداءہی سے اپنے ہم مکتبوں میں تیز رہے ۔ نہایت ذہین ، صاحب استعداد ، طباع ، صاحب مذاق سلیم اور صلاحیت خاص ہے (کذا)۔ شاعری کا شوق ہوا تو سیکڑوں دیوان جمع کر ڈالے اور ہمّت باندھی تو سب کچھ دیکھ ڈالا۔ نہ دن کو دن سمجھے، نہ رات کو رات۔ موزوں طبع تھے ہی چپکے چپکے کہنا بھی شروع کیااور پھر جناب بیتاب سے شفیق و قابل استاد کو منتخب کیا۔ لائق استاد نے فن کی طرف طبیعت کی طرف خاص مناسبت دیکھ کر ایسی راہ دکھائی کہ آج اسی رشید شاگرد نے دنیاے سخن میں اپنا نام کرلیا۔

مجھے ان پر خلوصانہ رشک ہے کہ میں نے اور انھوں نے ایک ساتھ ابتداء کی تھی ، میں یہیں پڑا رہ گیا اور حضرت یاس کئی بار دہلی گئے اور مشاعروں میں شریک ہوئے اور لکھنؤ ایسا پسند آیا کہ وہیں شادی بھی کرلی اور رہ گئے ۔ عظیم آباد میں کبھی جو آنکلتے ہیں تو طبیعت نہیں لگتی ۔ واقعی یہ شہر ایسا ہی ہے ۔ اگر وہ بھی ہماری طرح یہاں رہتے تو جگہ ہمیشہ کو دبا رکھتی ، نہ مشق سخن جاری رہتی نہ معلومات بہم ہوتے۔ تھوڑے عرصے میں جس قدر معلومات فن کی واقفیت حاصل کی کم لوگ آپ کی مثال ہوں گے ۔ حضرت یاس کی پُر زور تحریروں نے دنیا میں ہلچل ڈال دی ذہن خدا داد ، ذکی ، محقق زباں ، صادق القول ، مزاج میں ... اور [اخلاق] نہایت اعلیٰ ہے ۔ وضع کی پابندی ، زبان اور دوستی کا بہت پاس و لحاظ کرتے ہیں ۔ آپ کا نام محتاج تعارف نہیں ۔ اور سیرت و اخلاق ، ذہن و ذکا ، استعداد ، طباعی ، صلاحیت دماغی اظہر من الشمس ہے ، عیاں راچہ بیاں ۔

کلام میں خاص جدتیں ہیں ۔ تخیل کی پابندی ، چمک ، طریقۂ بیان ، زبان و سلاست ، محاورات و نازک خیالی ، چُستی ، اِستعداد ، تشبیہات ، نشست و شوکت الفاظ ، پاکیزگی خیالات ، جذبات و تلاش ، معانی آفرینی وغیرہ مختلف خوبیاں موجود ہیں ۔ آپ شاعری کے مُرصّع نقّاد ، سخن نکتہ رس ہیں ۔ دنیاے

سخن آپ کو مانے ہوئے اور اچھی طرح واقف ہے۔

میں اپنے مخلص قدیم کی درازی عمر اور ذوق و شوق سلیم کی ترقّی کی بدل دعا کرتا ہوں۔ آمین"۔

اس کے بعد چھے غزلیں یاس کی درج ہیں جو ظاہرا خود ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں۔ غزل اوّل سے قبل یہ عبارات ہیں:

"کارنامۂ یاس۔ ذیل میں جو غزل درج کی جاتی ہے۔ وہ علی گڑھ مشاعرے کی ہے جو ۷ فروری ۱۹۱۱ء کو علی گڑھ کالج میں پڑھی گئی تھی، اور اہل فن کا اتفاق ہے کہ میں نے اس سے بہتر غزل اب تک نہیں کہی:

تیور بجھے ہیں صبح کے آثار دیکھ کر   آنکھیں کھلی ہیں فتنۂ بیدار دیکھ کر

رت (۳) پھر چلی ہے آپ کے بیمار ہجر کی   صبح بہار حشر کے آثار دیکھ کر

باقی غزلوں کے صرف ابتدائی مصرعے قاضی صاحب نے اپنے خط میں نقل کیے ہیں:

- اُڑتے ہیں ہوش گردشِ لیل و نہار دیکھ کر
- چراغ زیست بجھا دل سے اک دھواں نکلا
- کیا چل سکے گی بادِ مخالف مزار میں
- خدا پرست بھی بندے ہیں حسنِ فطرت کے
- لپٹتی ہے بہت یادِ وطن جب دامنِ دل سے

قاضی صاحب نے اپنے مکتوب مذکورۂ بالا میں لکھا ہے "یہ تحریر کس کی ہے معلوم نہیں، آپ چاہیں تو اس کی تحقیق کی جائے" یا تو شعلہ صاحب نے مزید دل چسپی نہیں لی یا قاضی صاحب کو تذکرے کے مُصنّف کا پتا نہ چل سکا، بہر حال جو خطوط مجھے بنام شعلہ دستیاب ہوئے ہیں ان میں اس مسئلے کا کوئی ذکر نہیں۔ یقین کے ساتھ تو پورا تذکرہ دیکھنے کے بعد ہی کچھ کہا جاسکتا ہے لیکن راقم کا گمان ہے کہ یاس کے حالات یگانہ کے کسی دوست کے لکھے ہوئے نہیں خود یگانہ کے تحریر کردہ ہیں۔ اس غیر مکمّل تذکرے کے جامع بھی یگانہ ہی ہوں گے تو عجب نہیں۔ (۴) اس کے بعد یگانہ کی غزلیں بطور نمونۂ کلام درج ہیں اور قیاس کیا جاتا ہے کہ یگانہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں۔ قاضی صاحب نے ان غزلوں کے صرف پہلے مصرعے درج کیے ہیں، یہاں ان کے شعری مجموعوں سے مکمّل غزلیں درج کی جاتی ہیں۔

اڑتے ہیں ہوش گردش لیل و نہار دیکھ کر
آج وہی قفس ہے پھر سیر بہار دیکھ کر

چونکا ہوں خواب سے ابھی محفل یار دیکھ کر
سکتے میں ہوں دو رنگی لیل و نہار دیکھ کر

مستوں کی قبر کو فلک ابر کرم سے رکھ معاف
بھٹکے گی روح سایۂ ابر بہار دیکھ کر

اہل ہوس کجا ۔ کجا جلوۂ صبر آزما
تاب نہ لائے گر پڑے آخرِ کار دیکھ کر

آبلہ پا نکل گئے کانٹوں کو روندتے ہوئے
سوجھا پھر آنکھ سے نہ کچھ کوچۂ یار دیکھ کر

○

چراغ زیست بجھا دل سے اک دھواں نکلا
لگا کے آگ مرے گھر سے میہماں نکلا

تڑپ کے آبلہ پا اُٹھ کھڑے ہوئے آخر
تلاش یار میں جب کوئی کارواں نکلا

لہو لگا کے شہیدوں میں ہوگئے شامل
ہوس تو نکلی مگر حوصلہ کہاں نکلا

دکھایا گورِ سکندر نے بڑھ کے آئینہ
جو سر اٹھا کے کوئی زیر آسماں نکلا

خوشی سے ہوگئے بد خواہ میرے شادیِ مرگ
کفن پہن کے جو میں گھر سے ناگہاں نکلا

کلام یاس سے دنیا میں پھر اک آگ لگی
یہ کون حضرتِ آتش کا ہم زباں نکلا

○

کیا چل سکے گی بادِ مخالف مزار میں
جلتا ہے دل جلوں کا چراغ اس دیار میں

الٹی ہوا زمانے کی چلتی ہے ان دنوں
فرق آگیا ہے گردشِ لیل و نہار میں

یوسف کو لے اڑے نہ کہیں بوئے پیرہن
اخفائے حسن و عشق نہیں اختیار میں

کس کل پہ ہے یہ خاک کا پُتلا بنا ہوا
کیا جانے کیا طلسم ہے مُشتِ غبار میں

منزل کی دُھن میں آبلہ پا چل کھڑے ہوئے
شورِ جرس سے دل نہ رہا اختیار میں

کہتے ہو اپنے فعل کا مختار ہے بشر
اپنی تو موت تک نہ ہوئی اختیار میں

لیلیٰ کجا ۔ کجا یہ طلسماتِ عنصری
کیا ڈھونڈتا ہے پردۂ گرد غبار میں

دنیا سے یاس جانے کو جی چاہتا نہیں
واللہ کیا کشش ہے اس اُجڑے دیار میں

○

خدا پرست بھی بندے ہیں حسن فطرت کے ...]
ارے یہ کھیل ہیں یا شاہکار قدرت کے نکل سکے نہ کوئی دو بھی ایک صورت کے
بلند و پست برابر ہیں اپنی آنکھوں میں خیالِ خام ہے یا ولولے ہیں ہمّت کے
گلا نہ کاٹ سکے اپنا وائے ناکامی پہاڑ کاٹتے ہیں روز و شب مصیبت کے
دکھائی خواب پریشاں نے سیر رنگا رنگ بھرم کھلے نہ طلسمات بے حقیقت کے
وطن تو کیا ہے ہوائے وطن سے ہیں بیزار لپٹ رہے ہیں بگولوں سے دشت غربت کے
نگاہِ یاس ہے آئینۂ غمِ فردا نظر کے سامنے سامان ہیں قیامت کے

○

لپٹتی ہے بہت یاد وطن جب دامن دل سے پلٹ کر اک سلامِ شوق کر لیتا ہوں منزل سے
نظر آئے جب آثار جدائی رنگِ محفل سے نگاہِ یاس بے گانہ ہوئی یارانِ یکدل سے
ابھرنے کے نہیں بحرِ فنا میں ڈوبنے والے دُرِ مقصود ہی گم ہیں تو پھر کیا کام ساحل سے
نہیں معلوم کیا لذّت اٹھائی ہے اسیری میں دل وحشی بھڑک اٹھا ہے آواز سلاسل سے
تصور لالہ و گل کا خزاں میں بھی نہیں بنتا نگاہِ شوق وابستہ ہے اب تک نقش باطل سے
کسی شے میں نہ ہوگی بادۂ عرفاں کی گنجایش لڑائے ساغر جم کو بھی کوئی شیشۂ دل سے
کہاں تک پردۂ فانوس سے سر کی بلا ٹلتی ازل سے لاگ تھی بادِ فنا کو شمعِ محفل سے
رہے گی چار دیوار عناصر درمیاں کب تک اٹھے گا زلزلہ اک دن اسی بیٹھے ہوئے دل سے
یہیں سے سیر کر لو یاس اتنی دور کیوں جاؤ عدم آباد کا ڈانڈا ملا ہے کوے قاتل سے

○

" سوانح شاد عظیم آبادی " مؤلفہ قیس رضوی عظیم آبادی میں تلامذۂ شاد کے ذیل میں (ص ۷۰ - ۸۱) ان کے ۶۰ تلامذہ کا مختصر ذکر ہے ۔ یاس کا ترجمہ سب سے آخر میں ہے ۔
" یاس، مرزا واجد حسین نام، وطن عظیم آباد ہے لیکن عرصے سے لکھنؤ میں مقیم ہیں۔ کلام نہایت خوب اور پختہ ہوتا ہے۔ اب بجائے خود استاد ہیں"۔ (ص ۸۰)

اس کتاب میں شاد کی طرز اصلاح کے ذیل میں ان کے کچھ تلامذہ ۔ سیّد فضل علی خاں فضل ، سیّد عبدالمجید بیدل ، سیّد شاہ محمد حسن بسمل ، حکیم شیخ محمد تقی تقی ، عبدالحمید حمید عظیم آبادی ، غلام رسول حسرت ، سیّد علی سجاد مصنف نئی نویلی و محفل خانہ ، سیّد صالح حسین شوق نواب محمد حسن خاں شمیم ، سیّد علی حیدر شیدا ، بابو جگر ناتھ پرشاد عاشق ، حافظ عبدالغنی غنی ، سید کاظم حسین خاں فیض ، سیّد معین الدّین احمد قیس ، سیّد سعید الدین کیف ، مظاہر علی خان مظہر نواب سیّد محمد رضا خاں موج ، پروفیسر محمدّ مسلم عظیم آبادی مسلم ، سیّد محمد منظور احمد نظر ، ثنا ولی الرّحمن ولی ، شاہ خلیل الرّحمن وفا ، سیّد واہب حسین واہب ، علیم الدّین یاس اور مرزا واجد حسین یاس عظیم بادی حال مقیم لکھنؤ ۔ ان کے حسب ذیل شعر مع اصلاح شاد درج ہیں ۔

میں قفس میں بھی کسی روز نہ خاموش رہا — مشکلوں میں بھی طبیعت کا وہی جوش رہا

" " " " " " کشمکش " " " "

جلوۂ قاتل سے کچھ ایسا میں حیراں رہ گیا — اک تڑپنے کا جو ارماں تھا وہ ارماں رہ گیا

" " " " " " " تھا ارماں وہ بھی " "

مرتے دم تک تو نہ شرمندہ ہوئے احباب سے — لاش اٹھانے کا مگر آخر اک احسان رہ گیا

زندگی بھر تک تو شرمندہ نہ تھے یاروں سے ہم — " " " " " "

یہ اصلاحیں قیس مرحوم نے " مشاطۂ سخن " سے لی ہیں ۔

" فہرست نمایش ادارۂ تحقیقات اردو " مرتبہ قاضی محمدّ سعید (پٹنہ ۱۹۵۹ء) میں اس مخطوطے کے کوائف جو قاضی عبدالودود مرحوم کے قلم سے ہیں ، یہ ہیں :

> مجموعہ نمبر ۳۰۱ مرتبۂ یاس میں تلامذۂ شاد عظیم آبادی کے تراجم و اشعار اور شاد کی بھی ایک تحریر ۱۔ غزل جدّی سیّد وزیر نواب وزیر ۔ اصلاحی ۲۔ ترجمہ سیّد وزیر جان مشفق ۳۔ ترجمہ و کلام سیّد مصطفےٰ نواب محزوں ۴۔ ترجمہ سیّد مجتبےٰ نواب مجنوں ۵۔ ترجمۂ یاس ۔ کئی غزلیں خود یاس کی لکھی ہوئی ہیں ۔ ایک کے متعلق ان کا قول ہے کہ علی گڑھ کے مشاعرے میں بتاریخ ۱۱ فروری ۱۹۱۱ء پڑھی گئی ۔
>
> " اہل فن کا اتفاق ہے کہ میں نے اس سے بہتر غزل اب تک نہیں کہی ۔

تیور بجھے ہیں صبح کے آثار دیکھ کر " ۔ ۶۔ ترجمہ سیّد محمد خلیل خلیل مرزا پوری۔ ۷۔ غزل شیدا مع اصلاح ۸۔ غزلہائے نصیر مع اصلاحات ۹۔ غزل خلیل الرحمن وفا ۔ ۱۰۔ نہال کا ایک شعر ۔ ۱۱۔ شاد کی اک نا مکمل غزل کے ساتھ۔ ۱۲۔ مختلف زمین کے تین شعر جو نہ معلوم کس کے ہیں ۔ ۱۳۔ (۵) شاد کا بیان اپنی پنشن کے متعلق ۔ (مہدی) فہرست ص ۶۸ " ۔

اس کے قراین موجود ہیں کہ شعرائے عظیم آباد کے اس غیر مکمل تذکرے کے اوراق بہت دنوں تک شاد عظیم آبادی کے پاس رہے ۔ اس کی تکمیل کا کسی کو خیال نہ آیا اور سیّد معین الدّین قیس کے شاد و تلامذہ پر مشتمل تذکرۂ گلشن حیات کی ترتیب و اشاعت کے بعد مذکورۂ بالا مُسوّدہ نسیاً منسیا ہو کر رہ گیا ۔ حیرت یہ ہے کہ قیس مرحوم کو جو شاد سے بے حد قریب تھے اس مسودے کی اطلاع کیوں کر نہ ہو سکی جب ان کے سارے کاغذات تک ان کی پہنچ تھی ۔ شاد کی رحلت (۱۹۲۷ء) کے بعد تذکرے کا یہ مُسوّدہ نواب زادہ سیّد محمد مہدی (محلہ گذری ، پٹنہ سٹی) کو ملا جہاں انعقاد نمایش (۱۹۵۹ء) تک ضرور موجود تھا اور ممکن ہے اب بھی ان کے ورثاء کے پاس محفوظ ہو ۔

ناظمہ منزل ، امیر نشاں روڈ ، دودھ پور ، علی گڑھ ۲۰ / ستمبر ۱۹۹۹ء

حواشی

(۱) راقم نے اپنے ایک مضمون مطبوعہ نقوش (لاہور) میں علی حیدر شیدا کو " مادر زاد نابینا " لکھ دیا تھا۔ قاضی عبدالودود صاحب نے گرفت کی کہ وہ مادر زاد نا بینا نہ تھے ، بینا تھے بعد کو چیچک یا کسی بیماری کی وجہ سے ان کی بصارت جاتی رہی تھی۔ قاضی صاحب کی گفتگو اور ان کے خطوط و مضامین میں اہم نکتے ملتے ہیں ۔ وہ ہمیشہ کہتے تھے کہ تحریر میں کوئی لفظ فاضل نہیں ہونا چاہیے اور جو کچھ لکھا جائے (تحقیقی مضامین ہی میں نہیں تاثراتی تحریروں اور انشائیہ میں بھی) وہ تحقیق کے بغیر نہیں لکھنا چاہیے ۔ یہاں یہ نکتہ ہے کہ مجھے ، ان کے خیال کے مطابق ، اس بات کی تحقیق کر لینی چاہیے تھی کہ شیدا مادر زاد نابینا تھے یا بعد کو نابینا ہوگئے تھے ۔ میں نے انھیں بچپن میں برسوں سے نا بینا ہی دیکھا اس لیے

مادر زاد نابینا لکھ دیا۔ اب یہ لفظ "مادر زاد" واقعی فاضل تھا جو مجھے لکھنا نہیں چاہیے تھے اس طرح کوئی اعتراض بھی پیدا نہیں ہوتا اور بات حقیقت کے خلاف بھی نہیں ہوتی۔

(۲) نظیر حسن تاریخی نام ۱۲۷۸ھ۔ شاد کے رشتہ داروں میں تھے مذہباً حنفی۔ عطا کاکوی

(۳) اس شعر پر یاس کا حاشیہ ہے "عام طور پر لوگ یہ نہیں جانتے کہ روہت پھرنا، رت پھرنے کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ لکھنؤ کی بعض مستورات سے میں نے خود سنا ہے کہ "بیمار کی رُت اب تک نہ پھری"۔ اب رُت پھرنے (یہاں ایک دو لفظ اصل میں ضائع ہوگئے ہیں) فصل بدل جانے کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ اس طرح اہل لکھنؤ اکثر محاورے بھول گئے اور [یہاں کچھ لفظ ضائع ہوگئے ہیں]"۔

(۴) مرزا یگانہ کو تذکرہ نگاری سے خاص دلچسپی رہی ہے۔ بہار کے فارسی و اردو شعراء پر انھوں نے وقتاً فوقتاً مضامین لکھے ہیں۔ اس موضوع پر رسالہ "صلائے عام" (دہلی) کے لیے جو مضامین انھوں نے لکھے تھے وہ جناب مشفق خواجہ نے رسالہ "اردو" (کراچی) میں شائع کر دیے ہیں۔ رسالہ "نظارہ" (میرٹھ) کے فروری ۱۹۱۶ء کے شمارے میں جو مضامین یگانہ نے "بعض شعرائے عظیم آباد" کے عنوان سے چھپوایا تھا یہ بقول خواجہ صاحب شعرائے بہار کے تذکرے کا ایک حصہ تھا۔ اس مضمون میں ۳۳ فارسی گو شعرائے بہار کے حالات و اشعار تھے جو تذکرۂ "روز روشن" اور تذکرۂ "معراج الخیال" وغیرہ سے ماخوذ ہیں۔ اسی عنوان "بعض شعرائے بہار" کے تحت یگانہ رسالۂ "خیال" (ہاپوڑ) میں تین قسطوں میں ایک طویل مضمون لکھا جو فروری، مارچ اور اپریل ۱۹۱۶ء کے شماروں میں شائع ہوا۔ اس شعرائے پھلواری کا ذکر ہے جن کے حالات و اشعار مولانا محی الدین تمنا عمادی پھلواروی (متوفی ۱۹۷۲ء کراچی) نے انھیں فراہم کیے تھے۔ (مکتوب جناب مشفق خواجہ بنام راقم الحروف مؤرخہ ۱۸ اگست ۱۹۸۸ء ۱۰ فروری ۹۹ء)۔ ان وجوہ کے پیش نظر، یہ قیاس غلط نہ ہوگا کہ تذکرۂ تلامذۂ شاد عظیم آبادی کے اصل مرتب مرزا واجد حسین یاس عظیم آبادی (مرزا یگانہ چنگیزی) ہی ہیں۔

(۵) مندرجات میں ایک سے تیرہ تک نمبر قارئین کی آسانی کے لیے راقم الحروف کے ڈالے ہوئے ہیں، قاضی صاحب کی تحریر میں نمبر شمار مذکورہ نہیں۔ وہ ان تکلفات کے قائل نہیں تھے۔ اسی طرح وہ شعراء کے تخلص پر کسی قسم کا نشان لگانا فعل عبث سمجھتے تھے۔ وہ شاد تلمیذ الفت حسین فریاد کو "شاد تلمیذ الفت حسین فریاد" لکھتے تھے۔